ان سے نمایاں طور پر ثابت ہوا کہ فرض نماز باجماعت مسجد میں ہونی چاہئے، کیونکہ تعمیرِ مساجد کا مقصد یہی ہے، دوسری آیت لب ولہجہ کو سامنے رکھتے ہوئے ملاحظہ ہو۔

فِی بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاۗءِ الزَّکٰوۃِ

(نور - ۵)

ان گھروں میں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ان (مسجدوں) میں صبح و شام ایسے لوگ (نمازوں میں) اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور (بالخصوص) نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔

اس آیت کا طرزِ بیان بھی بتلاتا ہے کہ مسجدوں کا یہ واجبی حق ہے کہ اللہ کی دوسری عبادت اور نماز انہی میں ادا کی جائے کیونکہ بیوت سے مراد مسجد ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ جونہی فرض نماز کے لئے اذان پکاری گئی بازار والوں کی ایک جماعت سب چھوڑ چھاڑ مسجد چل کھڑی ہوئی، یہ منظر دیکھ کر آپ نے بے ساختہ فرمایا انہی لوگوں کے متعلق کتابِ مقدس کا اعلان ہے رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ الخ۔

احادیث سے ثبوت | اس باب میں حدیثیں بکثرت آئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازیں مسجدوں ہی میں ادا کی جائیں، مسلم شریف کی ایک لمبی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں جس کے راوی عبداللہ بن مسعودؓ ہیں

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا سنن الھدیٰ وان من سنن الھدیٰ اَلصَّلٰوۃ فی المسجد الذی یوذن فیہ ...وَاِنَّکُمْ صلیتم فی بیوتکم کما

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ھدیٰ کی تعلیم فرمائی اور سنن ھدیٰ سے ہی یہ ہے کہ نماز اس مسجد میں ادا کی جائے جس میں اذان ہوتی ہو، اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ یہ منافق

يصلي هذا المتخلف في بيته لتركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم (ص ۲۳۲ ج ۱)

اپنے گھر میں نماز پڑھتے ہیں تو بلا شبہ تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کر دی اور جس وقت تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کر دی یقین کر لو گمراہ ہو چکے ہو

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

صلوٰۃ الرجل في الجماعة تضعف على صلوته في بيته وسوقه خمسا وعشرين ضعفا وذالك انه اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الى المسجد (بخاری)

مرد کی جماعت کی نماز اس کی اس نماز سے جو اپنے گھر یا بازار میں پڑھے پچیس گونہ زیادہ ہے اور یہ اس لئے کہ اچھا وضو کیا اور پھر مسجد کو چلا۔

ثم خرج الى المسجد کا جملہ واضح دلیل ہے کہ جماعت کی نماز مسجد ہی میں مطلوب ہے چنانچہ اس سلسلہ میں ابن حجرؒ لکھتے ہیں

مقتضاه ان الصلوٰۃ في المسجد جماعة تزيد على الصلوٰۃ في البيت والسوق جماعة وفرادى (فتح الباری ص۹۳ ج۲)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جماعت کی نماز جو مسجد میں پڑھی جاتے وہ ثواب میں اس نماز سے بڑھی ہوئی ہے جو گھر اور بازار میں پڑھی جاتے خواہ باجماعت ہو خواہ تنہا تنہا

پھر مزید بحث کے بعد خلاصہ تحریر فرماتے ہیں

بل الظاهر ان التضعيف المذكور مختص بالجماعة في المسجد (فتح الباری ص۹۳ ج۲)

بلکہ ظاہر بات یہ ہے کہ چند در چند ثواب کی زیادتی جو مذکور ہوئی وہ مسجد کی باجماعت نماز کے ساتھ مختص ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باجماعت نماز کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

وکان الاسود اذا فاتتہ الجماعۃ ذھب الی مسجد آخر وجاء انس رض الی مسجد قد صلی فیہ فاذن واقام وصلی جماعۃ (بخاری)

حضرت اسود رض کی جب جماعت چھوٹ جاتی تھی تو جماعت کے لئے دوسری مسجد میں تشریف لیجاتے اور حضرت انس رض ایک مسجد میں آتے جہاں جماعت ہو چکی تھی تو آپ نے پھر اذان پکاری اقامت کہی اور باجماعت نماز ادا کی

ان تعلیقات سے بھی معلوم ہوا کہ جماعت کی نماز کو مسجد کے ساتھ خصوصیت حاصل ہے تب تو حضرت اسود رضی اللہ عنہ جماعت نہ ملنے کی صورت میں دوسری مسجد کا قصد فرماتے، اور وہاں جماعت سے نماز ادا کرنے کی سعی کرتے، گھر وغیرہ میں جماعت ثانیہ کا خیال تک نہ کرتے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رح اس کے تحت رقمطراز ہیں۔

والذی یظھر لی ان البخاری قصد الاشارۃ باثر الاسود رض وانس رض الی ان الفضل الوارد فی احادیث الباب مقصور علی من جمع فی المسجد دون من جمع فی بیتہ . . لان الجمع لولم یکن مختصا بالمسجد لجمع الاسود فی مکانہ ولم ینتقل الی مسجد اخر لطلب الجماعۃ ولما جاء انس رض الی مسجد بن رفاعۃ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۳۱)

مجھ پر جو کچھ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ بخاری رح نے حضرت اسود اور انس رض کے اثر کو بیان کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہا ہے کہ جو فضیلت اور ثواب کی زیادتی اس باب کی حدیثوں میں مذکور ہے وہ اس باجماعت نماز کے لئے متعین ہے جو مسجد میں پڑھی جائے، گھر کی جماعت کے لئے نہیں اگر جماعت کی نماز مسجد کے ساتھ مخصوص نہ ہوتی تو یقیناً حضرت اسود رض اپنے مکان میں جماعت کرتے اور طلب جماعت کے لئے دوسری مسجد نہ جاتے اور نہ حضرت انس رض ہی ابن رفاعہ

کی مسجد میں تشریف لائے۔

ان تصریحات کے بعد یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ جماعت کی نماز مسجد ہی میں مطلوب ہے اور مسجد کو اس باب میں خصوصیت حاصل ہے گھر میں با جماعت نماز مسجد چھوڑ کر پڑھی نہیں جا سکتی۔ یہی حافظ ابن حجرؒ ایک دوسری حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

والمقصود الاصلی فی الجماعۃ ایقاعھا فی المسجد (فتح الباری)	جماعت کا مقصد اصلی یہ ہے کہ وہ مسجد میں قائم کی جائے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں

در بدائع گفتہ کہ واجب است، بر حر، عاقل، بالغ کہ معذور نیست حاضر شدن المسجد برائے جماعت، (اشعۃ اللمعات ص ۲۴۶ ج ۱)	بدائع میں ہے کہ آزاد، عاقل، بالغ جو معذور نہیں ہے اس پر جماعت کی نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہونا واجب ہے۔

حافظ ابن قیمؒ تو تصریح فرماتے ہیں کہ عذر شرعی کے نہ ہونے کی شکل میں جماعت کی نماز کے لئے مسجد کی حاضری فرض عین ہے البتہ جب کوئی عذر شرعی در پیش آجائے تو مسجد کی حاضری لازمی نہیں رہتی، ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ومن تامل السنۃ حق التامل تبین لہ ان فعلھا فی المساجد فرض علی الاعیان الا لعارض یجوز معہ ترک الجمعۃ والجماعۃ فترک حضور المسجد لغیر عذر کترک اصل الجماعۃ لغیر عذر (کتاب الصلوۃ ص ۱۰۶)	جن لوگوں نے سنت میں پورے طور پر غور و فکر کیا ہوگا ان پر یہ بات منکشف ہو گئی ہوگی کہ نماز با جماعت کی ادائیگی مسجد میں فرض عین ہے البتہ اگر کوئی ایسا عارض در پیش آجائے کہ جمعہ اور جماعت کا ترک جائز ہو جائے تو دوسری بات ہے ورنہ بغیر عذر شرعی مسجد کی حاضری کا ترک ایسا ہی ہے کہ کوئی بغیر عذر شرعی اصل جماعت چھوڑ دے۔

ان کی یہ رائے متعدد حدیثوں کے اسلوب بیان کے پیش نظر ہے، اگر ان کے حنبلی ہونے کی وجہ سے فرض عین ہونے کو نہ بھی مانئے تو اس کے وجوب اور اہم ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے کیونکہ یہ وہ چیز ہے جس کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی بھر نباہا اور مسجد حاضر نہ ہونیوالوں پر شدید ترین غصہ کا اظہار فرمایا۔ آپ کے صحابہ کرام کا عمل بھی یہی رہا جس کی تفصیل ابھی آرہی ہے

افضل الرسل کا دستور | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حافظ ابن قیمؒ جیسے ذمہ دار کا بیان ہے

ان ھدیہ ﷺ کان فعل الفرائض فی المسجد الا لعارض من سفر او مرض او غیرہ مما یمنعہ من المسجد (زاد المعاد ج ۱ ص)	رحمت عالم صلعم کا دستور یہ تھا کہ آپ فرض نمازیں مسجد میں ادا کرتے مگر یہ کہ کوئی مجبوری پیش آجاتی جو مسجد سے روک دیتی، جیسے سفر اور بیماری وغیرہ جس میں بالکل طاقت نہیں رہتی)

قیامت کے دن "دیدار الٰہی" جو سب سے بڑی نعمت ہے اس کے لئے جب اجتماع ہوگا تو ان میں ان لوگوں کو جو بہ پابندی مسجد جاکر امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ممتاز جگہ حاصل ہوگی (زاد المعاد ۱)

ایک صحابی کا وعظ | جیسا کہ عرض کیا گیا صحابۂ کرام کا جوش عملی جماعت کے باب میں جو تھا وہ اپنی جگہ تفصیل سے انشاء اللہ آئیگا مگر یہاں صرف ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس سے عہد نبوی میں حاضری مسجد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ اس کو کس قدر اہمیت حاصل تھی، حضرت عتاب بن اسیدؓ مکہ کے گورنر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر جب مکہ پہنچی، تو یہ پہلے مارے خوف کے چھپ گئے اس وقت حضرت سہیل بن عمرو نے خطبہ دیا ان کو جب یہ معلوم ہوگیا کہ اہل مکہ اسلام پر علی حالہ قائم ہیں تو حضرت عتابؓ کو نکالا اور انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا

یا اھل مکۃ واللہ لا یبلغنی ان احدا منکم تخلف عن الصلاۃ فی المسجد	اے اہل مکہ! خدا کی قسم اگر مجھے یہ خبر پہنچی کہ تم میں کا کوئی قصداً جماعت کی نماز کے لئے مسجد نہیں آیا

فی الجماعة الا ضربت عنقه	تو میں اس کی گردن مار دوں گا۔

(کتاب الصلوٰۃ لابن القیم ص۱۰۶)

یہ سن کر اہل مکہ ان کے بہت ممنون ہوئے اور ان کی اس تقریر کو بہت سراہا ـــــ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی دوربیں نگاہ میں مسجد کی حاضری کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔

نماز مسجد میں ادا کرنا شعار دین ہے | اس سلسلہ میں اب زیادہ طول دینا مناسب نہ ہوگا مگر یہ ذکر فائدے سے خالی نہیں کہ علماء نے انہی وجوہ کی بناء پر مسجد کے اندر جماعت کی نماز کو شعار دین قرار دیا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ کے الفاظ ہیں

فان الصلاة فی المسجد من اکبر شعائر	بلاشبہ مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کرنا دین کا ایک بڑا
الدین وعلاماته (کتاب الصلوٰۃ ص۱۵۱)	شعار اور اس کی علامت ہے۔

نظم جماعت اور اسکی اہمیت | مسجد کے اندر نماز با جماعت کی جو حیثیت ہے اور مسجد کو نماز سے جو گہرا تعلق ہے اس کے ثابت ہو جانے کے بعد بتلانا ہے کہ جماعت کی نماز کو شریعت میں کیا خصوصیت و مرکزیت حاصل ہے اور اس کی تاکید قرآن و حدیث میں کس اہمیت کے ساتھ آئی ہے۔

قرآن میں حکم | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (بقرہ)	اور نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ

اس آیت سے مفسرین نے جماعت کی نماز ثابت کی ہے، بیضاوی شریف میں ہے

واركعوا مع الراكعين ای فی جماعتهم	اور نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ یعنی ان
فان صلوٰة الجماعة تفضل صلوٰة الفذ	کی جماعت کے ساتھ، کیونکہ جماعت کی نماز منفرد
بسبع وعشرين درجة لما فيها من	کی نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے اس لئے

تظاہر النفوس (مبع ۱) کہ اس میں باہمی تعاون ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

وثانیھا ان المراد صلوا مع المصلین	دوسرا مطلب یہ ہے کہ نماز، نماز پڑھنے والوں کے
وعلی ھذا الیزول التکرار فی الاول	ساتھ پڑھو، اس مطلب کے لینے میں تکرار بھی ختم
امر تعالی باقامتھا وامر فی الثانی بفعلھا	ہو جائیگا گویا پہلی آیت میں اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا اور
فی الجماعۃ (تفسیر کبیر مبع ۱ ص ۳۲)	دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز با جماعت کا حکم فرمایا۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ رکوع سے مراد یہاں نماز کا لینا جائز ہے جس طرح سجود کا استعمال نماز کے لئے ہوتا ہے اور معنی یہ ہونگے کہ نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ پھر ماحصل لکھتے ہیں

کانہ قیل واقیموا الصلوۃ وصلوھا مع	گویا یہ حکم دیا گیا کہ نماز برپا کرو اور اسے با جماعت ادا
المصلین لامنفردین (کشاف مبع ۱ ص ۵۳)	کرو۔ اکیلا اکیلا نہ پڑھو۔

اس آیت سے جماعت ہی کی نماز اس لئے مراد ہے کہ اس سے پہلے بالکل متصل اقیموا الصلوٰۃ کی آیت آچکی ہے جس میں اقامتِ نماز کا حکم ہے جس کی طرف امام رازی نے اشارہ بھی کیا ہے اگر رکوع کے کئی معنیٰ نہ ہوتے تو جماعت کی فرضیت کا ثبوت ہوتا، مگر چونکہ متعدد معنی ہیں اس لئے وجوب یا کم از کم سنت موکدہ کا ثبوت تو بہر حال ہوگا۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"خلاصہ یہ ہے کہ پنجوقتہ جماعت ہر ہر فرد پر سنت موکدہ ہے جو بغیر عذر شرعی جیسے بیماری سفر، بارش، آندھی اور طوفان کے ترک نہیں کی جاسکتی ہے اور تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اگر کل کے کل جماعت کے ترک پر اصرار کریں گے تو سب گنہگار ہوں گے کیونکہ یہ سنت شعار دین ہے۔"
(تفسیر عزیزی فارسی سورۃ بقرہ ص ۱۳۱)

(۲) وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ (نساء — ۱۵)

اور آپ جب ان میں تشریف رکھتے ہوں پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں تو چاہئے کہ ایک گروہ ان میں سے آپ کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اپنے ہتھیار وہ لوگ لے لیویں۔

اس آیت کے سلسلہ میں صاحب "التعلیق الصبیح" لکھتے ہیں۔

امرھم بالجماعۃ یدل علی وجوبھا حال الامن بالاولیٰ (ص۳۴ ج۲)

اللہ تعالیٰ کا حالت خوف میں جماعت کا حکم دینا دلیل ہے کہ حالت امن میں جماعت بدرجہ اولیٰ واجب ہوگی

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

وما احسن ما استدل بہ من ذھب الی وجوب الجماعۃ من ھذہ الآیۃ الکریمۃ (ص۵۴ ج۱)

اس آیت کریمہ سے جو لوگ جماعت کے وجوب کی طرف گئے ہیں ان کا استدلال بہت ہی خوب ہے

(۳) وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ (یٰس-۱)

اور ہم لکھتے جاتے ہیں ان اعمال کو جو وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے قدم کے نشانوں کو بھی

ای آثار اقدامھم الی المساجد (التعلیق الصبیح ص۳۴ ج۲)

یعنی ان کے قدموں کے نشان جو مسجد جانے میں ہوتے ہیں۔

علماء نے ان کے علاوہ اور آیتوں سے جماعت کا وجوب ثابت کیا ہے، مگر میں نے ا[ن] آیتوں پر اکتفا کیا کہ یہ مطلب کے حصول کے لئے کافی ووافی ہے۔

[ا]حادیث میں شدید تاکید | اس باب میں احادیث بکثرت آئی ہیں، جن سے جماعت کا لزوم، اس کی فضیلت [ا]ور تاکید نمایاں طور پر معلوم ہوتی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لقد هممت ان آمر بحطب یحطب ثم آمر بالصلوة فیؤذن لها ثم آمر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی الرجال فاحرق علیهم بیوتهم والذی نفسی بیدہ لو یعلم احدهم ان یجد عرقا سمینا او مرماتین حسنتین لشهد العشاء (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں مری جان ہے جی چاہتا ہے کہ لکڑیوں کے ڈھیر کرنے کا حکم دوں پھر نماز کے لئے اذان پکار دی جائے اس کے بعد کسی کو لوگوں کا امام بنا دوں پھر لوگوں کو جا کے دیکھوں اور جو اس وقت گھر میں مل جائیں ان کو جلا ڈالوں خدا کی قسم ان کا حال یہ ہے کہ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ موٹی ہڈی یا دو کھر نہیں مل جائیں گے تو پھر وہ ضرور عشا میں بھی حاضر ہوں گے۔

اس حدیث میں الرجال سے وہ لوگ مراد نہیں ہیں جو بے نمازی ہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو مسجد چھوڑ کر بغیر عذر شرعی اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ مسلم شریف کی مندرجہ ذیل حدیث میں وضاحت ہے۔

لقد هممت ان آمر فتیتی فیجمعوا الی حزما من حطب ثم اتی قوما یصلون فی بیوتهم لیست بهم علة فاحرقها علیهم (صحیح)

بلا شبہ جی چاہتا ہے کہ جوانوں کو حکم دوں کہ وہ مرے پاس لکڑیاں ڈھیر لگا دیں پھر میں ان میں جاؤں جو اپنے گھروں میں بلا عذر نماز پڑھتے ہیں اور انکو گھر سمیت پھونک ڈالوں۔

ان حدیثوں کے ضمن میں امام احمد بن حنبل رح لکھتے ہیں۔

فلولا ان تخلفهم عن الصلوة فی المسجد معصیة کبیرة عظیمة لما هددهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحرق منازلهم (کتاب الصلوة ص۱۲، امام احمد)

اگر مسجد میں جماعت کی نماز سے غیر حاضری گناہ کبیرہ نہ ہوتی تو آنحضرت صلعم انکے گھروں کے جلانے کی تہدید (دھمکی) نہ فرماتے۔

یہی حدیث میں "لشہد العشاء" کا جملہ بتا رہا ہے کہ یہ تاکید اور ساتھ ہی تہدید وقتی نمازوں کے لئے بھی ہے۔ صرف یہ جمعہ کی نماز کی تاکید کے لئے نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے۔ مسلم شریف میں ایک لمبی حدیث ہے جس سے مسئلہ کی اہمیت خوب ذہن نشین ہو جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں

لقد رأیتنا ما یتخلف عن الصلوۃ الا المنافق قد علم نفاقہ او مریض ان کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یاتی الصلوٰۃ وقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا سنن الہدی ومن سنن الہدی الصلوۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ وفی روایۃ قال من سرہ ان یلقی اللہ تعالیٰ غدا مسلما فلیحافظ علی ہؤلاء الصلوات حیث ینادی بہن فان اللہ شرع لنبیکم سنن الہدی وانہن سنن من الہدی ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ہذا المتخلف فی بیتہ لترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم وما من رجل یتطہر فیحسن الطہور ثم یعمد الی المسجد من ہذہ المساجد الا کتب اللہ لہ بکل خطوۃ یخطوہا حسنۃ۔

بلاشبہ ہمیں معلوم ہے کہ بجز کھلے ہوئے منافق یا بالکل نڈھال بیمار کے اور کوئی جماعت کی نماز سے نہیں پچھڑتا ہے مگر جو بیمار بھی ہے وہ بھی دو شخصوں کے سہارے چل کر نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں اور انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سنن ہدیٰ" کی ہمیں تعلیم فرمائی اور بیشک اس مسجد میں نماز پڑھنا جس میں اذان دی جائے سنن ہدیٰ ہی سے ہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا جس کو یہ بات خوش لگتی ہے کہ وہ کل (بعد موت) اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام ملے تو اس کو چاہئے کہ تمام نمازوں کے لئے جونہی اذان پکاری جائے مسجد میں حاضری دے بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے سنن ہدیٰ کو مشروع فرمایا ہے اور انھیں سے نمازیں ہیں اور اگر کہیں تم نے بھی منافق کی طرح گھروں ہی میں نماز پڑھ لی تو بالیقین تم نے اپنے نبی صلعم کی سنت ترک

(باقی آئندہ)

ابوالمعظم نواب سراج الدین احمد خاں سائل

(۳)

(از جناب مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب واصف دہلی)

اس خاندان سے مرزا غالب کے جو روابط اور محبت و مودت کے تعلقات تھے وہ مرزا کے کلام اور خطوط سے واضح طور پر معلوم ہو جاتے ہیں اور مرزا سے رشتہ کے لحاظ سے کئی کئی وابستگیاں تھیں۔

سائل مرحوم کے جد امجد نواب ضیاء الدین احمد خاں کی چچازاد بہن امراؤ بیگم غالب کی رفیقۂ زندگی تھیں۔ سائل مرحوم کے پردادا نواب احمد بخش خاں کی بہن مرزا غالب کے چچا میرزا نصر اللہ بیگ کو منسوب تھیں سائل کی پھوپھی معظم زمانی (عرف بگا بیگم) باقر علی خاں کامل بن عارف کو منسوب تھیں۔

امراؤ بیگم کی بہن بنیادی بیگم کے صاحبزادے عارف غالب کے متبنّٰی کو سائل مرحوم کے والد کی پھوپھی نواب بیگم منسوب تھیں مرزا زین العابدین خاں عارف اپنے والد اور اپنی والدہ دونوں سلسلوں کے لحاظ سے سائل صاحب کے چچا ہوتے ہیں اس طرح مرزا غالب سائل صاحب کے دادا ہوتے ہے

"غالب میرے دادا تھے غالب کا میں پوتا ہوں" (سائل مرحوم)

فرماتے تھے کہ جب میری عمر پانچ سال کی تھی اپنے دادا کے ساتھ مرزا غالب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ مرزا صاحب نے مجھے کھانے کی کوئی چیز دی اور خود کسی کام کے لئے

اُٹھ گئے اس وقت مرزا کے سامنے کوئی قلمی کتاب تھی جس کا وہ مطالعہ کر رہے تھے اُٹھتے وقت کتاب کھلی چھوڑ دی میں نے کھانے کی چیز کو اسی کتاب پر رکھکر شوق فرمایا۔ اتنے میں دادا آ گئے اور ناراض ہونے لگے مرزا غالب نے یہ دیکھ کر قہقہہ لگایا۔ اور نواب صاحب سے کہا کہ میاں میرا بچہ تو امتحان کی تیاری کر رہا ہے اور تم اس کو ڈانٹ رہے ہو۔ ورق خراب ہو چکا تھا کچھ جھاڑ پونچھ کر کتاب کو رکھدیا گیا۔ پھر مرزا نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے دادا سے فارسی پڑھتے ہو تو ایک شعر کا مطلب تو بتاؤ وہ شعر مجھے یاد نہیں رہا۔ بہر حال کوئی آسان اور سہل شعر تھا۔ میں اس کا مطلب واضح نہ کر سکا تو پھر خود مجھے سمجھانے کی کوشش فرمائی۔

سائل صاحب کا خاندان بلحاظ تہذیب و متانت، وسعت اخلاق اور علم و ادب کے ہندوستان کے ممتاز ترین خاندانوں میں سے تھا ؎

سائل کو تم نہ چشم حقارت سے دیکھنا　　　نواب پانچ پشت سے اس کا خطاب ہے

اس خاندان کی روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔

ایں سلسلہ طلائے ناب است　　　ایں خانہ تمام آفتاب است

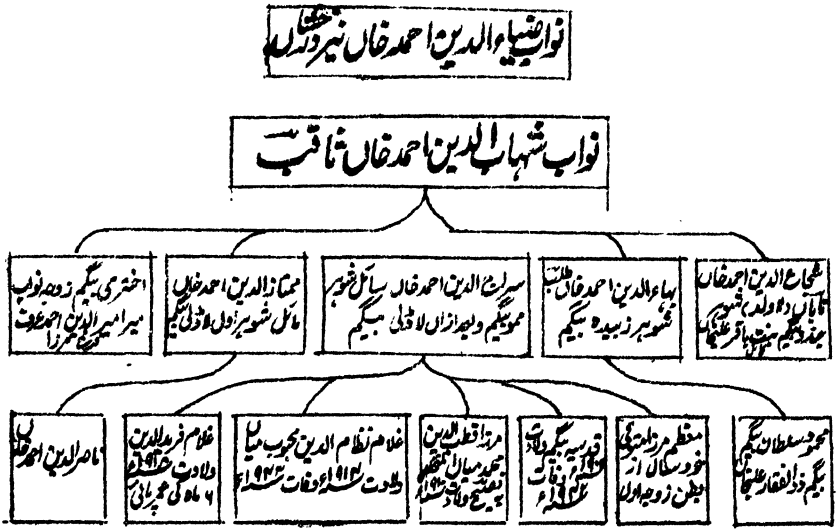

نواب شہاب الدین احمد خاں ثاقب کے چار بیٹے تھے۔ اول مرزا شجاع الدین احمد خاں تاباں دوم مرزا بہاء الدین احمد خاں طلب، سوم مرزا سراج الدین احمد خاں سائل چہارم مرزا ممتاز الدین احمد خاں مائل اور ایک بیٹی تھیں اختری بیگم۔

مرزا شجاع الدین احمد خاں تاباں | بروز سہ شنبہ ۲۰ رجمادی الثانی ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے نواب ضیاء الدین احمد خاں نے مادۂ تاریخ "نور چشم نور چشم" کہا۔ علوم مشرقی میں معقول دستگاہ رکھتے تھے شعر و سخن میں نواب حسین علی خاں شاداں مرحوم اور اپنے دادا سے مستفید ہوئے بہت زود گو تھے کلام میں مرزا غالب کا رنگ غالب تھا۔ داغ کے رنگ کو بہت ناپسند کرتے تھے۔ نہایت مغلوب الغضب تھے اور گالیاں عجیب و غریب قسم کی ایجاد کرتے تھے۔ جملہ اصناف سخن میں دخل رکھتے تھے اپنا کلام سنانے کے لئے کسی نہ کسی کو پکڑ لیتے تھے اور گھنٹوں سناتے رہتے تھے۔ اور داد چاہتے تھے۔ اگر کوئی شخص داد نہ دے یا ان کو استاد کے لفظ سے خطاب نہ کرے تو وہ اس کو نااہل سمجھتے تھے۔

حضرت نوح ناروی فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جبکہ میں حضرت سائل کے دولت خانے پر بطور مہمان مقیم تھا تاباں صاحب بھی سائل صاحب کے مکان پر موجود تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنے گھر جانے لگے اور مجھ کو پکڑ لیا کہ میرے گھر چلو میں نے عرض کیا کہ ابھی کھانا نہیں کھایا ہے اور آپ کے ہاں جا کر معلوم نہیں کس وقت واپسی ہو فرمایا میرے ساتھ کھا لینا جب میں ان کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا تو سائل صاحب نے چپکے سے مجھ کو خدا حافظ کہا۔ میں نے تعجب کے ساتھ سائل صاحب کے چہرے کو دیکھا۔ سائل صاحب نے زیر لب مسکرا کر فرمایا کہ زندگی ہے تو پھر آ جاؤ گے۔ چنانچہ میں طوعاً و کرہاً تاباں صاحب کے ہاں گیا۔ دوپہر کا وقت تھا بھوک

لہ صحیفہ اردو